ادبی سوانح عمری ۸۵

موکر محمد عبدالقدیر حیدرآبادی

حیاتِ کیفی حیدرآبادی

مرتبہ

محمد سردار علی
(حیدرآبادی)

سلسلۂ ناشرات کتبخانۂ بزمِ ادب

نمبر ۲

حیاتِ کیفی حیدرآبادی

حضرت ابو رضا سید رضی الدین حسن کیفی حیدرآبادی کے حالاتِ زندگی

مُرتبہ

محمد سردار علی حیدرآبادی

طبع اول

[illegible]

۱۳۶۵ھ

بکمال عقیدت میں ان ناچیز اوراق کو اس مقدس اور
نیک ہستی کی روح پاک کے نذر کرتا ہوں جس کا اسم گرامی
حضرت مولانا الحاج الواعظ القاری الحافظ ابوالوفا سید شاہ
محمد عمر صاحب حسینی القادری الحنبلی المتخلص بہ خلیق ہے۔

خاکسار

محمد سردار علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

"سلسلۂ نشریات کیفیہ بزمِ ادب" کا یہ دوسرا نمبر ہے جو ملک و قوم کے ارباب علم و عارف نواز
اصحاب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کے قبل اسی سلسلہ کا پہلا نمبر **کلامِ کیفی** کے نام سے شائع ہو کر
ملک کی علم پرور جماعت سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے اس سلسلہ کا تیسرا نمبر **یادگارِ کیفی** ہوگا جس میں
حضرت کیفی مرحوم کے شاگردوں کے حالات اور ان کے کلام کے نمونے درج ہیں گے۔ چوتھا نمبر
موازنۂ کیفی کے نام سے شائع ہوگا جس میں دیگر نعت گویان حیدرآباد کے کلام سے حضرت کیفی کے
کلام کا موازنہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ نعت گوئی میں حضرت کیفی کا طرز اور ان کا شعر بے مقابل
درجۂ امتیاز حاصل ہے۔ آخر الذکر دونوں نمبر زیرِ ترتیب ہیں اور عنقریب شائع ہو سکیں گے۔

ہمارے لئے اسلاف قوم کی ناقدری کا رونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یورپ میں لوگوں کا تو کیا ذکر یورپ میں
چوروں اور ڈاکوؤں کے حالات لکھے جاتے ہیں اور برخلاف اس کے ہماری جیسی مردہ قوموں کا یہ عالم
ہے کہ ہم اپنے مشاہیر قوم کے حالات سے بے خبر ہیں اور ان کو بھلا دیا ہے کہ گویا وہ تھے ہی نہیں
یورپ اپنے خیالی مشاہیر تک کو ایسی خوشنما صورت میں پیش کرتا ہے کہ دنیا ان پر فریفتہ ہو جاتی
اور ان کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہم اپنے بزرگان قوم کی طرف
نہیں دیکھتے۔

ان حالات کی بنا پر ضرورت ہے کہ بزرگانِ قوم کے کمالات و نیکیوں کو نمایاں کیا جائے
تاکہ وہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے رہنما کا کام دے سکیں۔ ہماری زبان میں زیادہ تر ایسے مشاہیر کی
سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں جن کے حالات تاریخ بن چکے ہیں ضرورت اور سخت ضرورت اس کی ہے
کہ ایسے بزرگانِ قوم کے حیات قلمبند کئے جائیں جن کے حالات و کمالات پر گمنامی کا پردہ
پڑا ہوا ہے۔

حیاتِ کیفی کے لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے اور ایک دوسری کتاب **حیاتِ مولوی مرتضیٰ**
(سوانح عمری مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم سکریٹری حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس) بھی اسی مقصد کے
مد نظر لکھی گئی ہے۔ حضرت کیفی مرحوم ہماری قوم کے ایک بلند پایہ شاعر تھے اگر یورپ میں پیدا ہوئے
تو ان کے کلام کے صدہا ایڈیشن نکلتے اور بیسیوں یادگاریں قائم کی جاتیں۔ افسوس ہے کہ
ہماری قوم نے حضرت مرحوم کی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ زمانہ کی ناقدری کی تلافی انشاء اللہ ہوگی۔ **حیاتِ کیفی**
میں حضرت مرحوم کے حیرت انگیز شاعرانہ کمالات کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسی سلسلہ میں حیدرآباد کے دیگر باکمال شعراء کا کلام اور بزرگانِ قوم کی سوانح عمریاں و
تذکرے شائع کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ

خاکسار

محمد سردار علی

بازار ... حیدرآباد دکن
... جمادی الاول ...

ترجمہ سے تعلق پیدا کرلیا تھا۔

شاعری شعر و سخن کا مذاق فطرتی تھا زمانہ طالب علمی ہی سے شعر کہنا شروع کیا حضرت شمس الحق سجاد علی صاحب ملکیش تھانوی کو اپنا کلام دکھانے لگے تھوڑے دن میں اچھی مشق بہم پہنچائی اور بہت اچھا کہنے لگے آپ کی شاگردی پر اُستاد ملکیش کو خود ناز تھا۔

اس کے بعد جب اُستاد داغ دہلی سے حیدر آباد آئے اور یہاں ان کی شاعری کا غلغلہ بلند ہوا تو کیفی مرحوم نے بھی اُستاد داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ اُستاد داغ کی اصلاح و صحبت نے آپ کے کلام کو بہت چمکا دیا اور آپ کی شاعری کے حیدر آباد میں چرچے ہونے لگے۔

فارسی شاعری اُردو کے علاوہ کبھی کبھی فارسی زبان میں شعر کہہ لیا کرتے تھے۔ فارسی میں آپ ادیب لاثانی مولوی جمال الدین صاحب نوری مغفور پروفیسر نظام کالج سے اصلاح لیتے تھے

نثر نگاری نظم کی طرح آپ کو نثر اُردو لکھنے میں بھی اچھی دستگاہ حاصل تھی حیدر آباد کے قدیم اُردو رسائل میں آپ کے بہت سے مضامین شائع ہو کر ادبی دنیا سے خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔

رسالہ صحیفہ کا اجراء حضرت کیفی مرحوم نے بتقریب تہنیت چہل سالہ جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت حضور پر نور غفران مکان ۱۳۲۳ھ میں رسالہ صحیفہ جاری کیا

جس کا تاریخی نام "جشن عشرت" ہے رسالہ مذکور کا پہلا نمبر ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ میں امانت پریس حیدرآباد میں طبع ہو کر اندرون احاطہ دیوڑھی نواب صاحب کلیانی سے شائع ہوا حضرت مرحوم اس کے مالک و مہتمم تھے چند روز بعد نوازش علی صفیا حسن مت [illegible] اس کے سب ایڈیٹر قرار پائے کیفی مرحوم بڑی قابلیت کے ساتھ رسالہ مذکور کو ایڈٹ کرتے تھے جس کی داد بیرونی رسائل نے دل کھول کر دی اور حوصلہ افزا ریویو لکھے۔

اس کے بعد مرحوم نے رسالہ صحیفہ کو انجمن معارف چادرگھاٹ کے سپرد کر دیا۔ مولوی اکبر علی صاحب معتمد انجمن مذکور (موجودہ ایڈیٹر صحیفہ روزانہ) نے اس کی عنان ادارت اپنے ہاتھ میں لی اور رسالہ انجمن کے زیر سرپرستی نکلنے لگا چونکہ اس رسالہ کی بنیاد کیفی مرحوم کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اس لئے رسالہ نے خوب ترقی کی یہاں تک کہ آج ہم اس کو روزانہ اخبار کی صورت میں دیکھتے ہیں اور وہ ہمارے شہر کا مشہور و موقر اخبار ہے۔

بیعت کیفی مرحوم حیدرآباد کے مشہور واعظ حضرت سید شاہ محمد [illegible] کے مرید تھے۔ بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ نے درویشانہ لباس اختیار کیا۔ طبیعت میں فقر و قناعت بہت تھی عمر بھر جاہ طلبی و دنیا طلبی نہیں کی ایک حالت پر زندگی گزار دی۔

قومی نظموں کی طرف توجہ آخر زمانہ میں حضرت کیفی نے قومی نظمیں لکھنی شروع کیں

خاص طور پر توجہ کی تھی حیدرآباد کے بڑے بڑے جلسوں میں آپ کی نظمیں
ولولہ اور ہیجان پیدا کر دیتی تھیں اور ان میں وہ اثر اور سوز و گداز پیدا کیا تھا
جو آج تک حیدرآباد کے کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوا ایک بڑے مجمع کو
دم کے دم میں رلا دینا اور اس میں جوش پیدا کر دینا آپ کے قومی کلام کی خاص
خصوصیت و خوبی ہے۔ خاکسار مؤلف نے بچشم خود آپ کی نظم سن کر
سامعین کو آنسو ٹپکاتے ہوئے دیکھا ہے آپ کی چند مشہور نظمیں یہ ہیں وفائے عرب
جاہلیت کی انسانیت۔ شکر نعمت۔ سفر در وطن۔ قرض حسنہ۔ تعلیم نما
مغز سخن۔ جاپان تلمیذ یورپ۔ ثمرہ وغیرہ یہ تمام نظمیں فصاحت و بلاغت
حسن بیان و حسن تخیل میں ڈوبی ہوئی ہیں باعتبار قومی نظموں کے حضرت کیفی کو
حیدرآباد کا حالی کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

وفات سنہ ۱۳۳۸ ہجری میں بعض احباب کے ساتھ عرس حضرت خواجہ غریب نواز
رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے۔ جہاں آپ نے
یکایک ۲۴ رجب سنہ الیہ کو انتقال فرمایا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ اجمیر میں
آپ کا مزار درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز رح کے قریب تارا گڑھ کے نیچے
واقع ہے۔

جس وقت اس آفتاب سخن کے وفات کی خبر بذریعۂ تار حیدرآباد پہنچی
ملک شاعری میں تاریکی پھیل گئی شہر کے گوشہ گوشہ سے اٹھا۔ ... کیا جانے لگا

ٹھیک اس وقت حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمقام لاتور ضلع عثمان آباد ہو رہے تھے کانفرنس نے بھی بڑے زور سے تعزیتی رزولیوشن منظور کیا جس میں حضرت کیفی کی وفات پر گہرے رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا اور آپ کی وفات ہبت بڑے نقصان سے تعبیر کی گئی۔

کیفی مرحوم کی وفات کے بعد حیدرآباد کی بزم شاعری سرد پڑ گئی شعر سخن کے گھر گھر جو چرچے تھے ان کا خاتمہ ہو گیا۔

اولاد۔ حضرت کیفی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں فرزند کا نام سید شمس الدین محمد عرف سید بادشاہ قبلہ میاں تخلص اعلم ہے سنا ہے ابتدا میں حضرت مرحوم نے عَلَم بھی تخلص اختیار کیا تھا جو بعد میں اپنے صاحبزادہ کو عطا کر دیا۔ ما شاء اللہ میاں اعلم بھی شعر بہت اچھا کہتے ہیں۔ والد بزرگ کے قدم بقدم ہیں کلام میں وہی رنگینی و لطافت پائی جاتی ہے

تصنیف و تالیف۔ کلیات کیفی جو اردو غزلوں۔ نظموں۔ رباعیات و قطعات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ دیوان بے نقط۔ بے نقط غزلیں ہیں اسی میں اپنا تخلص مرحوم استعمال کیا ہے۔ اردو منظوم ترجمہ اربعین جامی ترجمہ سفرنامہ ابراہیم بیگ۔

شاگرد۔ حیدرآباد میں حضرت کیفی مرحوم کے صدہا شاگرد ہیں جن میں

۔۔۔ بحیثیت کیفی میں آپ کے حالات اور کلام سے منتخب کئے جائیں گے۔

مشہور یہ ہیں:۔

ریاض الدین صاحب ریاض۔ خواجہ وحید الدین خاں صاحب عدیل عبد الطاہر صاحب طاہر۔ حبیب الدین صاحب مجاز۔ حکیم نوازش علی صاحب خستہ مرحوم۔ قادر محی الدین صاحب باطن۔ حکیم محمد یعقوب علی صاحب صفی اونگ آبادی۔ سید یوسف علی صاحب راغب۔ تاج الدین خاں صاحب تفرید۔ سعادت علی صاحب اول۔ قطب الدین صاحب آخر۔ محمد اسمعیل صاحب طاہر۔ یاور علی صاحب یاور۔

شاعری

حضرت کیفی کے مختصر حالات زندگی بیان کرنے کے بعد اب آپ کی شاعری کا سرسری ذکر کیا جاتا ہے اور یہی آپ کی زندگی کا اصلی کارنامہ ہے موازنہ کیفی میں کیفی مرحوم کی شاعری پر مفصل ریویو لکھا جا رہا ہے اس لئے یہاں اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت کیفی کی شاعری اکتسابی نہیں تھی آپ کو فطرت کی طرف سے شعر و سخن کا مذاق ودیعت کیا گیا تھا۔ سادگی و بیساختہ پن آپ کے کلام کا ہمیشہ طرۂ امتیاز رہا ابتدائی کلام بھی اس خصوصیت سے خالی نہیں ہے طبیعت فطرتاً سلیم واقع ہوئی تھی۔ آغاز ہی سے تغزل میں جو رنگ و روش اختیار کی

اس کو آخر تک قایم رکھا۔ شعر کی بڑی خوبی یہ سمجھی جاتی ہے کہ ادھر قائل کے منہ سے نکلا اور ادھر سامع کے دل میں اتر گیا۔ یہی کیفیت آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے محاورات اور روزمرہ کا استعمال اپنے کلام میں ایسی عمدگی سے کیا ہے جس سے طرزِ بیان میں جدت اور نرالاپن پایا جاتا ہے غیر مانوس ترکیب والفاظ کے استعمال سے آپ کا کلام پاک ہے۔ اپنی زبان اور طرزِ بیان پر آپ مشاہیر ملک سے ایک سے زیادہ مرتبہ داد حاصل کر چکے ہیں چنانچہ ایک موقعہ پر خود اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

میکش سے زباں طرزِ بیاں داغ سے پائی ۔۔۔ علوی سے دعا اس دلِ ناقص کی صفائی
دی داد مری شبلی و حالی نے تو اکثر ۔۔۔ کچھ فخر نہیں اس سے کہ ہو نکتہ کی کمی

آغاز ہی سے آپ نے قافیہ پیمائی کو اپنا شیوہ قرار نہیں دیا بلکہ اس سے ہمیشہ الگ رہے بالفاظ دیگر آپ نے اپنے خیالات کو قافیہ کا پابند نہیں بنایا بلکہ قافیہ کو اپنا پابند رکھا جس عمدگی و خوبی سے غزل میں ایک ہی قافیہ کو مکرر سہ کرر باندھا ہے اس سے روانی طبع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جذبات نگاری میں آپ کو خاص قدرت حاصل تھی بندش اتنی نادر اور دلپذیر ہوتی ہے کہ دل اس دلکش مستوری پر بے قابو ہو جاتا ہے عریاں و غیر مہذب جذبات آپ کے کلام میں پائے نہیں جاتے اگر کبھی تغزل میں دلآویزی پیدا کرنے کی غرض سے پست جذبہ کا اظہار بھی کرتے ہیں تو الفاظ کا جامہ نہایت

متین اور سنجیدہ ہوتا ہے نازک سے نازک جذبہ کو موثر اور دلنشین الفاظ میں ادا کرنا آپ کا انداز خصوصی ہے۔ آپ کا کلام جذبات عالیہ کا ایک مخفی خزانہ ہے جس میں موتی فشانی کا جلوہ قابل دید ہے ایک ایک شعر سے تغزل کا کمال اور استادی ٹپکتی ہے حقیقی حسیات اور واردات قلبیہ کو وہ دلفریب انداز بیان کے ساتھ نظم کیا ہے کہ جس سے ایک ایک شعر پایان زبان زد ہو گیا ہے۔

حضرت کیفی کی شاعری پر تفصیلی ریویو اور کلام کے سحر طراز نمونے مفصل سوانحعمری میں ملاحظہ فرمائیے گا جو زیر ترتیب ہے۔ یہاں چند شعر ضیافت طبع کے لئے درج کئے جاتے ہیں:-

میری چپ کھٹکی دل اغیار میں — بولتا ہے کیا زبانِ یار میں
یار دل میں ہم خیالِ یار میں — اور ہیں رسوائیاں بازار میں
خضر کی بھی زندگی مشہور ہے — ہم بھی جیتے ہیں تو اس آزار میں
آج تو کیفی کی صورت دیکھ لی — نام دیکھا تھا کسی اخبار میں

وصل میں عاشق ادھر معشوق ادھر خاموش ہے — یعنے ایک تصویر سے تصویر ہم آغوش ہے

ابھی کر دے یارب ہوتے ہوتے رہ نہ جائے — کچھ مزہ آجائے آپس میں ذرا ایسی تو ہو
دل ہی دل میں گھٹ کے رہ جائے تو پھر اک بات ہے — آہ لب تک بھی نہ آئے نارسا ایسی تو ہو

مے جہاں اڑتی تھی کیتی اب وہاں اڑتی ہے خاک — پھر وہ دن آئے زمانے کی ہوا ایسی تو ہو

ہم اور دولتِ دیدار اس پہ وعدۂ وصل — لڑی ہے آنکھ کے ساتھ آج اپنی قسمت بھی
جنابِ شیخ کی باتیں پتہ کی باتیں ہیں — بڑے بزرگ ہیں سب جانتے ہیں حضرت بھی

بزمِ عدو میں وہ مری جب پہ ہیں بے قرار — یہ آہ بے صدا بھی عجب دلخراش ہے

خوشامد اور پھر اپنی خوشامد اس ستمگر کی — تجھے کچھ بھی خیال اے غیرتِ مردانہ آتا ہے
نہ پوچھو تم ادا کیا ہے شرارت کس کو کہتے ہیں — سکھانے سے نہیں اندازِ معشوقانہ آتا ہے

تبسم لب پہ خنجر ہاتھ میں آنکھوں میں بے باکی — وہ ہیبت ناز آئینہ میں محوِ خود پرستی ہے
ملا کر آنکھ وہ دل لے لیتے ہیں کس صفائی سے — نگاہوں میں کسی عیار کی چالاک دستی ہے

دروغِ مصلحت آمیز گفتگو ہم سے — ہمیں سے سیکھ کے کیوں لب ہلانے دو ہم سے
حضورِ عشق میں کیسی ہماری کیا عزت — ہزاروں پھرتے ہیں عالم میں تم کو ہم سے

شبِ فراق ہیں بے زیست موت سے بدتر — ترے بغیر حبیب اب جو تو کیا جیا کوئی

عجیب وضع عجیب رنگ ہے ترا کیفی ‏ نہ تجھ کو رند سمجھا نہ پارسا کوئی

ہنستے ہنستے ہاتھ اس نے اپنے منہ پہ رکھ لیا ‏ آسماں سے آج بجلی گرتے گرتے بچ گئی

تیز و تند و تلخ و دیرینہ شراب آتشیں ‏ میرے ساقی نے مجھے جتنی پلائی بچ گئی

پیش قدمی کر کے اس ظالم سے ملتے ہی بنی ‏ ہاتھ کیا آیا بگڑ کر بات کی بھی بچ گئی

دل کے جانے پر یہ زور و شور فریاد و فغاں ‏ بات اتنی سی تھی اسکی دھوم اتنی مچ گئی

اب نظموں کا رنگ دیکھئے بارش برستے وقت بچے جس خوشی کیساتھ بھیگتے ہوئے کھیلتے ہیں اسکی تصویر اس نظم میں کھینچی ہے چھوٹی بحر میں زبان کے لطف کیساتھ ساتھ روانی ملاحظہ ہو۔

رم جھم - رم جھم آیا پانی ‏ اللہ کی رحمت کی نشانی

ہونے لگی جب بوندا باندی ‏ رعد نے اپنی دھاک بٹھا دی

برق نے کی وہ شعلہ فشانی ‏ ابر کا پتہ پانی پانی

ہونے لگا دل سب کا پریشاں ‏ نکلی نہ اپنے منہ سے ہوں ہاں

بجلی چمکی بادل گرجا ‏ کس نے کہا تھا تجھ سے ڈر جا

ڈرنے کی کیا بات ہے اس میں ‏ ساون ہے برسات ہے اس میں

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

صحن میں کیا چھڑکاؤ ہوا ہے ‏ حوض کا منظر اس سے سوا ہے

ہر اک بچہ کھیل رہا ہے ‏ کوئی کسی کو ٹھیل رہا ہے

کوئی کسی کا ہاتھ مروڑا ۔۔۔ کوئی بھاگا۔ کوئی دوڑا

اسکی کوشش اس کو پکڑے ۔۔۔ بھیگ رہے ہیں سب کے کپڑے

ان کو اس کا کچھ بھی نہیں غم ۔۔۔ وہ ہیں بیٹھے تر اور بے ادھم

ایک نظم میں مسلمانوں کی ترقی و تنزل کا نقشہ کھینچا ہے جس میں مسلمانوں کی پستی و ادبار کا اصلی سبب قرآن حکیم سے بیگانگی قرار دی ہے اگلے مسلمانوں کے کارناموں پر فخر کرتے ہوئے موجودہ مسلمانوں کی ابتری اس طرح بیان کی ہے :-

کیا سبب کیا وجہ کیا باعث کہ ہے یہ انقلاب ۔۔۔ ایک یہ بھی ہیں ہمیں اور ایک وہ بھی تھے ہمیں

حالت موجودہ کا نقشہ میں کھینچوں کس طرح ۔۔۔ کونسی ہے ابتری دنیا میں جو ہم میں نہیں

پست ہمت بے بضاعت سست کاہل بے ہنر ۔۔۔ اور پھر زینت گر اعمال شیطان لعیں

حرمت و حلت کی پروا ہے نہ حشر و نشر کی ۔۔۔ ہے قسم کھانے کو باقی ہم میں قرآن مبیں

جز و مذہب بلکہ مذہب بن گیا رسم و رواج ۔۔۔ دھوم سے جھنڈی۔ دھڑلے سے ہیں جام مئے کہیں

پڑھتے ہیں قرآن کب پڑھتے بھی ہیں تو گاہ گاہ ۔۔۔ طوطے مینا کی طرح یعنی بغیر غور و تعمق

وہ بھی مردوں کی زیارت میں لحاظ و شرم سے ۔۔۔ سب بھی نیت فی الحقیقت خیر مبنی ہیں نہیں

تاریخ کو نظم کرنا بھی آپ کا خاص کمال ہے دکن کی علمی ترقی کا ذکر کہنے کو تو چند شعر میں کیا ہے لیکن چھ سو برس کی تاریخ کا عطر کھینچ کر رکھدیا ہے سات سو ہجری سے بارہ سو ہجری تک کی تاریخ کا لب لباب آپ ان چند شعروں میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔

ہے قدامت سے دکن فیاضیوں میں مشتہر ۔۔۔ شان کبھی بیاں کرتا تھا ہمیں آکر سماں

تھا ظہوری بھی نمک پروردۂ ملکِ دکن　　اور ظفر اسنے بھی پایا تھا یہیں آکر خطاب

شوق ابراہیم عادل شاہ کو موسیقی کا تھا　　ہے ظہوری کی نو رسجی پر اچنگ و رباب

سات سو اسّی میں جب محمود شاہِ بہمنی　　سلطنت کے تخت پر بیٹھا باصد عز و داب

مدرسے کھولے کئی اک علم کو دی تازگی　　جس قدر حصے میں تھا حاصل کیا اس نے ثواب

سات سو ستّر میں کی محمود گاواں نے بنا　　مدرسے کی شہر بیدر میں بہ طرز لاجواب

طول و عرض اس کا بچہتر اور پچپن گز کا تھا　　اور سو سو فٹ کے دو مینار حجرے بےحساب

طالب العلموں کو کھانا مفت پڑتا تھا　　مفت پڑھنے کو ملا کرتی تھی ہر درسی کتاب

آج تک اس کے کھنڈر باقی ہیں آثارِ قدیم　　مثل طاقِ کسروی و گنبد افراسیاب

قطب شاہی دور میں تھا گولکنڈہ دار العلم　　طالب العلم اس میں پڑھ پڑھ کر ہوئے ہیں کامیاب

جب محمد نے بنایا حیدرآباد دکن　　در سنین حفظ (۹۸۸) از روئے جمل کر و حساب

چار مینارہ بنایا مدرسے کے واسطے　　اور یا حافظ (۱۰۰۰) ہے تاریخ بنائے لاجواب

کیسے کیسے تھے دکن میں قدردانِ علم و فن　　لوگ کیا کیا جمع ہوتے تھے فضیلت انتساب

شیخ عین الدین گنج العلم تھا جن کا لقب　　تھے یہیں اطوار الابرار ان کی اک تک ہے کتاب

تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ بہمنی　　درس دیتا تھا فرشتہ نے لکھا ہے اس کا باب

ملا فتح اللہ شیرازی حبیب اللہ شاہ　　شیخ علم اللہ محدث جس کا علامہ خطاب

اور علامہ محمد ابن خاتون با فقیہ　　مولوی عبد الکریم اک ایک فرد لاجواب

مولوی حافظ شجاع الدین صاحب قادری　　در گہر ہیں ان سبھوں کی تصنیفیں نہایت کامیاب

تمت

یادگارِ کیفی حیدرآبادی

اس نام سے شاگردان حضرت کیفی علیہ الرحمہ کا تذکرہ زیرِ ترتیب ہے
شاگردان حضرت موصوف اپنے حالات اور کلام کے نمونے جلد سے جلد
پتۂ ذیل پر روانہ فرمائیں
ترتیب و کتابت اور طباعت کا کام شروع ہوگیا ہے۔

کلامِ صفی اورنگ آبادی

حکیم محمد بہبود علی صاحب صفی اورنگ آبادی کے

کلام کا مجموعہ غزلیات، رباعیات وغیرہ زیرِ ترتیب ہے اشتراکِ کتبخانہ بزمِ ادب کے
سلسلہ میں عنقریب شائع کیا جائے گا۔

کتبخانۂ بزمِ ادب "عقب مسجد چوک حیدرآباد